AL-ʻULŪM ISSN: 2709-3484 (Print) | 2709-3492 (Online)
(July-December) 2022, 3:2(99-123)

مولانا احمد رضا خان بحیثیت مفتی: ایک تجزیاتی مطالعہ

Mulānā Ahmad Raza Khan as a Muftī: An Analytical Study

Abdulhameed (PhD)*[1]
* Lecturer/Incharge Department of Distance Education, Sahriah Academy, International Islamic University, Islamabad

Keywords:
Shariah, Fatwa, Mufti, legal methodology, Ahmad Raza Khan

Abdulhameed,. Mulānā Ahmad Raza Khan as a Muftī: An Analytical Study *Al-ʻUlūm Journal of Islamic Studies*, 3(2)

Abstract: Fatwā is a non-binding Islamic legal theory which a competent Muslim scholar issues upon when asked about a particular question. It is the Muftī who at the same time does struggle to extract the shariʻah ruling for a newly faced problem and then issues the fatwa. Ahmad Raza Khan, the founder of Bralvi main stream, a renounced leading Islamic scholar, is one of those Hanfī scholars who promoted hanfī fiqh in Subcontinent. His book of fatwā comprises of mostly chapters of fiqh , the reader of his Ftāwā finds the author holding all the qualities of a mufti. This study finds out that the methodology of issuing fatwa of Ahmad Radha Khan puts him in the list of great fuqha and his book is having the status of enpsychlopedia of hanfī fiqh. The ftāwās of the author have been highly appreciated in and outside the country; besides the Muslim scholars the law court also considers it decisive.

1. Corresponding author Email: a.hameed@iiu.edu.pk

C

Content from this work is copyrighted by *Al-ʻUlūm* Journal of Islamic Studies, which permits restricted commercial use, research uses only, provided the original author and source are credited in the form of a proper scientific referencing.

برصغیر پاک وہند میں فقہ اور افتا کا مطالعہ، جائزہ اور اس کا ارتقا گہری دلچسپی کا موضوع ہے، خصوصا اس اعتبار سے کہ مدون مذاہب اربعہ میں سے جو پذیرائی حنفی فقہ کو یہاں میسر آئی ہے وہ کسی اور مکتبہ فکر کو نہیں ملی۔ اور اس کی وجہ خاص طور پر یہ ہے کہ اس خطے کے حکمرانوں کا دین کی طرف عموما اور فقہ کی ترویج و اشاعت کی طرف خصوصا میلان رہا ہے اور اس میں وہ خود ممد و معاون ثابت ہوئے ہیں۔ جسطرح حکمران طبقہ اس طرف میلان رکھتا تھا اسی طرح حنفی فقہ کی نشر و اشاعت کے لئے اس خطے میں بے شمار علما پیدا ہوئے، جنھوں نے اس فقہی مسلک کی ترویج و اشاعت میں لا تعداد تصانیف لکھیں اور ساتھ ساتھ اسلاف کی کتابوں کی تشریح و توضیح اور معاشرے میں ان کو رواج دینے اور آگے بڑھانے میں پیش پیش رہے۔ انہی علما میں سے اعلی حضرت مولانا مفتی احمد رضا خان کا نام سر فہرست ہے کہ جنھوں نے حنفی مسلک کی ترویج کے لیے اور لوگوں کی اصلاح کے لیے اپنی زندگی وقف کر دی اور ایسی سینکڑوں کتابیں لکھیں جو اس خطے میں بسنے والے مسلمانوں کے مسائل کو حنفی مسلک کے اصول و ضوابط کی روشنی میں حل کرنے میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔

فتاوی رضویہ انہی کے صادر کیے ہوئے فتاوی کا ایسا مجموعہ ہے جس میں انسانی زندگی کے اکثر مسائل کا فقہ حنفی کے تحت حل پیش کیا گیا اور اس خطے کے بسنے والے لوگوں کی رہنمائی فرمائی۔ اگر فتاوی رضویہ کو برصغیر میں فقہ حنفی کا انسائیکلوپیڈیا کہا جائے تو یہ بات اس لحاظ سے درست ہے کہ اس میں فقہ کے تمام ابواب کے ساتھ اعلی حضرت نے جدید موضوعات پر قلم اٹھایا جن کو معاصر اور بعد میں آنے والے علما کے لیے مصدر و مرجع کی حیثیت حاصل ہے۔ کئی مرتبہ ایک ایک فتوی میں لا تعداد حوالے پیش کرتے ہیں، جس سے ان کے تبحر علمی کے ساتھ ساتھ وسعت نظری، ممیز مقام، قوت استدلال اور مطالعہ کی گہرائی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ لوگ ان کی طرف نسبت کر کے فخر محسوس کرتے ہیں اور آج بھی ان کے علم کے سمندر سے سیراب ہو رہے ہیں۔ اس مقالہ میں مندرجہ ذیل نکات میں اعلی حضرت کا طرز استدلال، اسلوب بیان، اصولی اور فقہی مقام و مرتبہ، فتاوی رضویہ میں مفتی کی حیثیت سے ان کا منہج بمع امثلہ بیان کیا گیا ہے اور آسانی کے لیے مندرجہ ذیل مباحث کا انتخاب کیا گیا ہے:

پہلی بحث: مولانا احمد رضا خان کے مختصر حالات زندگی

دوسری بحث: فتاوی رضویہ کا مختصر تعارف

تیسری بحث: فتوی رضویہ میں اعلی حضرت کے منہج کا اصولی اور فقہی جائزہ

- **تدوینی منہج**
- **اصولی منہج**
- **استدلالی منہج**

- **فقہی منہج**

موضوع سے متعلقہ سابقہ کام کا جائزہ

برصغیر پاک وہند کی علمی شخصیات پر گفتگو کے دوران مولانا احمد رضا خان کا نام بار بار آتا ہے جس کی وجہ ان کی دینی خدمات ہیں۔ ان کے صادر کیے گئے فتاوی پر مشتمل کتاب فتاوی رضویہ، فقہ کے تمام ابواب پر مشتمل ہونے کی وجہ سے فقہ حنفی میں انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے۔ چونکہ یہ کتاب بہت ضخیم اور بہت وسیع ہے جس کی وجہ سے مقالہ نگار کے علم کے مطابق اس موضوع پر اس پہلو سے کام نہیں ہوا جس سے اعلیٰ حضرت کی فقہی، استدلالی، تدوینی اور اصولی مہارتوں کا بآسانی اندازہ لگا کر ان کی مفتی کی حیثیت کو جانا جاسکے، تاہم ان کی تفسیری، نعت گوئی، ثقافتی اور ادبی خدمات پر کام ہوا ہے جس کا ان کی مفتی کی حیثیت سے کوئی تعلق نہیں۔ البتہ فتاوی رضویہ پر مقالہ نگار کو جو کام مل سکا ہے وہ یہ ہے:

1- **فتاوی رضویہ ایک اجمالی جائزہ:** جے اے حق محمد نے یہ مقالہ ایک سیمینار میں پیش کیا جو کہ ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد میں بعنوان "جنوبی ایشیا میں اسلامی قانونی فکر اور ادارے" 2009 میں منعقد ہوا۔ اس مقالہ میں انہوں نے فتاوی رضویہ کا مختصر تعارف پیش کیا ہے کہ اس میں مصنف نے کن مسائل کا احاطہ کیا ہے اور ہر جلد کا الگ الگ تعارف پیش کیا ہے، ہر جلد میں پائے جانے والے رسائل کا ذکر کیا ہے، اور آخر میں " كفل الفقيه الفاهم في أحكام قرطاس الدراهم "رسالہ کا تعارف کروایا ہے جو کہ برصغیر میں کرنسی نوٹ کے موضوع پر سب سے پہلے لکھا جانے والا اعلی حضرت کا رسالہ ہے جس میں انہوں نے بطور خاص کرنسی نوٹ کی فقہی حیثیت اور اس سے متعلقہ فقہی احکام کا تفصیل سے ذکر کیا، فتاوی رضویہ کی کچھ خصوصیات بیان کی ہیں مگر وہاں مثالیں بیان نہیں کیں، چنانچہ منہج کے بارے میں مقالہ نگار نے کوئی خاص بات ذکر نہیں کی جس کی وجہ سے ان کا تدوینی، اصولی، استدلالی اور فقہی منہج سمجھنا مشکل ہے۔

2- **فقیہ الاسلام**، ڈاکٹر حسن رضا خان کا ڈاکٹریٹ کا مقالہ ہے جو انہوں 1979 میں جامعہ پٹنہ، ہندستان میں پیش کیا۔ اس مقالے میں مقالہ نگار نے مولانا احمد رضا خانؒ کی فقیہانہ صلاحیتوں کو اجاگر کیا ہے، جس میں فتاوی رضویہ کا اجمالی تعارف کروایا گیا ہے مگر ان کے منہج کو بیان نہیں کیا گیا۔

3- **الخدمات الفقهية لمولانا أحمد رضا خان** سندھ یونیورسٹی، جامشورو میں یہ مقالہ پیش کیا گیا، جس میں مولانا احمد رضا خانؒ فقہی خدمات کا جائزہ لیا گیا، البتہ فتاوی رضویہ میں مصنف کا منہج بیان نہیں کیا گیا۔

4- **الإمام أحمد رضا خان وأثره في الفقه الحنفي** ڈاکٹر مشتاق احمد شاہ ازہری نے یہ مقالہ 1997 میں جامعہ ازہر میں پیش کیا، جس میں مولانا احمد رضا خان کی خدمات کو سراہا گیا اور برصغیر میں فقہ حنفی کو رواج دینے میں ان کی کوششوں کا بیان کیا گیا ہے۔ البتہ مولانا احمد رضا خان کی مفتی کی حیثیت کو اجاگر نہیں کیا گیا۔

بحث کا طریقہ کار

اس بحث میں استقرائی اور تحلیلی طریقہ کار اپنا کر فتاوی رضویہ کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

پہلی بحث: مولانا احمد رضا خان کے مختصر حالات زندگی

نام اور ولادت:

مولانا احمد رضا خانؒ [1] ہندوستان کے شہر بریلی [2] میں سوموار کے دن 14 جون 1856 بمطابق 10 شوال 1272 کو پیدا ہوئے، [3] بنیادی طور پر اعلی حضرت کے اباء واجداد افغانستان کے علاقے بریچ میں آباد تھے

1- مولانا احمد رضا خان کا یہ نام ان کے دادا محترم مولانا رضا علی خان (متوفی 1866 م) نے رکھا اور اسی نام سے اندرون و بیرون ہندوستان میں مشہور ہوئے، جبکہ ان کے والد محترم محمد نقی علی خان قادری (متوفی 1297 م) نے ان کا نام محمد رکھا تھا۔ سید مشتاق احمد شاہ، **مولانا احمد رضا خان ، واثره فى الفقه الإسلامي** ، مقالہ برائے ایم فل، جامعہ ازہر شریف 1997، ص 03؛ سید صابر حسین شاہ بخاری قادری، امام احمد رضان خان بریلوی اور فخر سادات سید محمد (لاہور، رضا اکیڈمی)، 24؛ ممتاز احمد سدیدی، الشیخ احمد رضا خان بریلوی ہندی عربی شاعر (لاہور، موسسۃ الشرف، طبع اول 2002)، 93 – 94۔ مولانا احمد رضا خان اپنے نام کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں: "عبدالمصطفي الشهير بأحمد رضا المحمدي دينا، والسُنِّي يقينا، والحنفي مذهبا، والقادري منتسبا، والبركاتي مشربا، والبريلوي مسكنا، والمدني البقيعي إن شاء الله دفنا" (عبد المصطفی جو احمد رضا کے نام سے مشہور ہے اور دینی لحاظ سے محمدی، یقینی اعتبار سے سنی، مزہبی لحاظ سے حنفی، نسبت کے لحاظ سے قادری، مزرب لے اعتبار سے برکاتی، سکونت کے اعتبار سے بریلوی، اور وفات کے اعتبار سے بقیعی اور مدنی ہے)۔ ڈاکٹر محمد مسعود احمد، **حیات امام اہل السنۃ** (لاہور، رضا اکیڈمی، 1984)، ۱۰۔

جو کہ قندھار کے مضافات میں واقع ہے اور آپ کے آباء واجداد وہاں سے ہجرت (Immigration) کر کے ہندوستان میں آباد ہوئے۔[4] مولانا احمد رضا خان کو "فنافی حب الرسول" کی وجہ سے اعلی حضرت کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔[5]

نشوونما اور ابتدائی تعلیم

مولانا احمد رضا خان نے ابتدائی دینی تعلیم اپنے گھر میں حاصل کی، چونکہ آپ کے آباء اجداد دین سے محبت رکھنے والے اور دین کی خدمت کرنے والوں میں ان کا رتبہ مسلم شدہ تھا، چنانچہ اعلی حضرت نے اپنے گھر سے اپنے آباء اجداد کے سائے میں دینی علوم کی تعلیم شروع کی اور جہاں ان کے آباء اجداد نے ان کی تربیت میں اہم کردار ادا کیا اس طرح قس وقت کے مشہور معروف کبار علما اور فقہانے بھی ان کی شخصیت کو نکھارنے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی، جس کے نتیجے میں اعلی حضرت اپنے وقت میں اپنی دینی، تعلیمی، ملی، ملکی ،وطنی خدمات کی وجہ سے ایک مجدد کی حیثیت سے سامنے آئے[6]،یہی وجہ ہے کہ آج بھی لوگوں کی ایک کثیر تعداد ان کے ارادتمند اور ان کی طرف نسبت کر کے فخر محسوس کرتے ہیں۔

حصول علم

اعلی حضرت نے اپنے والد محترم مولانا نقی علی خان[7] کے زیر سایہ عقلی اور نقلی علوم نافعہ حاصل کیے اور ہندوستان میں رائج مدارس کے تعلیمی نصاب کی اپنے والد محترم کے پاس تیرہ سال کی عمر میں 1286 ھ میں

2- ہندوستان میں واقع ولایت اتر پردیش کا ایک شہر ہے جو کہ دلی کے جنوب مشرق میں 135 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ ڈاکٹر محمد احمد مسعود، **الشیخ احمد رضا خان** (لاہور، مکتبہ قادریہ، 1991)، 16؛ ظفر الدین بہاری، **حیات اعلی حضرت** (لاہور، مرکزی مجلس رضا، 1992)ا:ا؛امام احمد رضا خان اور فخر سادات، 23۔

4- محمد نور مصطفی محمدی، **ذکر رضا** (لاہور: رضا اکیڈمی، س ن)، 21۔

5- شیخ کوثر نیازی، **امام احمد رضا خان بریلوی و شخصیتہ الموسوعۃ** (لاہور: رضا اکیڈمی، 1995)، 15۔

6- ظفر الدین بہاری، **حیات اعلی حضرت**، 22۔

7- مولانا نقی علی خان 1246 م میں پیدا ہوئے، علما میں علمی نام سے جانے جاتے ہیں، شاہ آل رسول مارہروی سے طریقت حاصل کی اور حدیث کی سند اجازت لی، 1295 میں فریضہ حج ادا کرنے کی سعادت حاصل کی، اور وہاں شیخ احمد بن زینی دحلان مکی سے حدیث کی سند اجازت حاصل کی، **وسیلۃ النجاۃ** اور **سرور القلوب فی ذکر المحبوب** کتابیں تصانیف کیں۔ 1880 میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ نزھۃ الخواطر 7/1126؛ حازم احمد محفوظ، **بساتین الغفران از احمد رضا خان** (کراچی: مجمع بحوث الامام احمد رضا خان، 1997)، 236۔

تکمیل کی[8]۔ اسی طرح 1294ھ میں شاہ آل رسول مارہروی سے علوم شریعہ حاصل کیے۔ اگرچہ ان کے اساتذہ کی تعداد کم ہے مگر ان کے فیض کا نتیجہ تھا کہ خود بیان کرتے ہیں کہ "أصدرت أول الفتيا وكنت الثالث عشر في عمري والحمد لله على ذلك ، في اليوم الرابع عشر من شهر شعبان عام 1286هـ ، ولو شاء الله يمدّ حياتي إلى اليوم العاشر من شهر شعبان عام 1336هـ للبثتُ خمسين عاما في الإفتاء ، ولا أستطيع أن أثني على الله جل وعلا حق الثناء عليه " [9] (میں نے جب پہلا فتوی صادر کیا تو میں تیرہ برس کا تھا اور شعبان کی چودہ تاریخ تھی، اور اس پر میں اللہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں، اور اگر اللہ نے میری عمر 1336ھ دس شعبان تک لمبی کر دی تو میں اس طرح فتوی میں پچاس سال گزارنے والا ہو جاوں گا اور اس پر میں اللہ کی تعریف کا حق نہیں ادا کر سکتا)۔ اور مسلسل علوم حاصل کرتے رہے حتی کہ ان کے علوم کی تعداد پچپن تک پہنچ گئی[10]۔

مقام ومرتبہ

آپ کی علمی وسعت، مطالعے کی گہرائی، فقہی نصوص کے استحضار، قوت استدلال اور کثرت ادلۃ کی وجہ سے آپ کے ہم عصر اور بعد میں آنے والے علمانے آپ کی گراں قدر علمی، دینی ملی اور مذہبی خدمات کی وجہ سے نہ صرف آپ کے مقام و مرتبہ کا اعتراف کیا بلکہ برصغیر پاک وہند میں "محیی الفقہ الحنفی" (فقہ حنفی کو زندہ کرنے والا قرار دیا)۔ چنانچہ شیخ ابو الحسن علی ندوی ان کی تعریف میں یوں رقم طراز ہیں: " لا يبلغه في العلم في عصره خاصة في الفقه الحنفي حيث كان مطلعا على جزئيات الفقه الحنفي وأصلوه ، وفتاويه والرسالة التي كتب عن العملة على عنوان : كفل الفقيه الفاهم في أحكام قرطاس الدراهم شاهدان على ذلك" [11] (آپ کے ہم عصر علما میں سے آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے خصوصا فقہ حنفی میں؛ کیونکہ فقہ حنفی اور اس کے اصولوں کی تمام جزئیات پر ان کی گہری نظر ہوتی تھی، ان کے فتاوی اور ان کا رسالہ "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم" دونوں اس پر قوی دلیل ہیں)۔

8- ظفر الدین بہاری، **حیات اعلی حضرت**، 33؛ عبد الحکیم اختر شاہ جہان نوری، **مولانا احمد رضا خان کے رسائل** (لاہور: مکتبہ حامدیہ، 1988)، 2:301 – 315۔

9- عبد الحکیم اختر شاہ جہان نوری، نفس مصدر، 1 : 280۔

10- **رسائل رضویۃ** 2:309۔

11- ابو الحسن علی ندوی، تكملة نزهة الخواطر وبهجة المسانع والنواظر لعبد الحيي الحسيني (بیروت: دار ابن حزم، طبع اول 1999)، 8: 1182۔

اور ڈاکٹر محمد مسعود احمد[12] آپ کے مقام و مرتبہ کا اعتراف یوں کرتے ہیں کہ " مولانا احمد رضاخان اپنے وقت کے مجدد ہیں، ان کے ہم عصر اور بعد میں آنے والے علمانے ان کو دین، ادب اور سیاست کے میدان میں عالم، مفکر اور داعی کے طور پر تسلیم کیا ہے، اور اعلی حضرت کتابت میں ید طولی رکھتے تھے حتی کہ تصانیف میں ان کا برصغیر میں کوئی ثانی نہیں ہے "[13]۔

تصنیفی خدمات

مولانا احمد رضاخان کی تصنیفی خدمات[14] اس قدر زیادہ ہیں کہ بعض مصنفین نے ان کے بارے میں یہ کہاہے کہ برصغیر میں ان سے زیادہ کسی کی تصانیف نہیں ہیں اور ان کی تصانیف کی تعداد ایک ہزار تک ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ[15] ان کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ اعلی حضرت کثیر المطالعۃ، وسیع علم کی وجہ سے علما کے طبقہ میں مشہور ومعروف تھے[16]۔

وفات

-12 ڈاکٹر محمد مسعود احمد 1930 کو ہندوستان کے شہر دہلی میں پیدا ہوئے، اعلی حضرت امام احمد رضاخان کی سوان حیات پر بہت کام کیا، اسی وجہ سے ان کو مجمع بحوث امام احمد رضاخان کا صدر بنایا گیا۔ ڈاکٹر اعجاز انجم لطیفی، **ڈاکٹر محمد مسعود احمد: ان کی سوانح حیات اور ادبی و علمی خدمات**، رسالہ برائے ڈاکٹریٹ، جو کہ جامعہ بہار، ہندوستان مین 1997 کو پیش کیا گیا (کراچی: ضیاء الاسلام، طبع اول 2002)۔

اعجاز انجم لطیفی، **ڈاکٹر محمد مسعود احمد کی ادبی اور علمی خدمات** (کراچی: ضیاء الاسلام، طبع اول 2002م)، جامعی بہار میں یہ رسالہ ڈاکٹریٹ کی ڈگری کے حصول کے لیے 1997م میں پیش کیا گیا۔

اعلی حضرت کی تصنیفی خدمات کے علاوہ ملی، تحریکی، وطنی اور سیاسی خدمات بھی ہیں، چونکہ اس مقالے میں ان کی مفتی ہونے کی حیثیت کو واضح کیا جارہاہے اس لیے ان کی تصنیفی خدمات کو صرف بیان کیا گیا جن میں ان کے فتاوی موجود ہیں۔

مولانا ابوالحسن ندویؒ 6 محرم 1333ھ بمطابق 1914 کو ہندستان کے شہر رای بریلی میں پیدا ہوئے، ان کا خاندان کو سادات قطیعہ کے نام سے مشہور و معروف ہے، ان کی تصنیفی خدمات میں قصص النبیین، مختارات من الادب العربی شامل ہیں۔ 1999 کو انہوں نے وفات پائی۔ ڈاکٹر نور محمد شاکر، شذرات من الادب العربی فی شبه القارة الهندية (لاہور، طبع اول، 1428ھ)۔

16 ***نزہۃ الخواطر*** 8: 1181 – 1182۔

مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ 65 سال کی عمر پا کر 28 اکتوبر، 1921 م، بمطابق 25 صفر 1340ھ کو فوت ہوئے اور بریلی شہر میں مدرسے میں ان کو دفن کیا گیا۔ ان کی نماز جنازہ میں ہزاروں افراد نے شرکت کی[17]۔

دوسری بحث: فتاوی رضویہ کا مختصر تعارف

فتاوی رضویہ کا اصل نام "العطایا النبویة في الفتاوی الرضویة" ہے جو کہ فتاوی رضویہ کے نام سے مشہور و معروف ہے، ممدوح مولانا احمد رضا خان رحمہ اللہ کی وسعت علمی، مطالعہ کی گہرائی اور فقہ حنفی کی نصوص اور جزئیات کا استحضار کرنے کی وجہ سے برصغیر میں اس فتاوی کو حنفی فقہ میں انسائیکلوپیڈیا کی حیثیت ہے۔ فتاوی رضویہ عصر حاضر میں موجودہ وقت کی ضروریات اور تقاضے کے مطابق دعوت اسلامی کی مجلس المدینة العلمیة اور مجلس آئی ٹی کی مشترکہ کوشش سے ایک سافٹ ویئر میں ڈھال دیا گیا ہے جس میں کسی بھی مسئلہ کو پلک جھپکنے کے برابر تلاش کیا جاسکتا ہے، اور دعوت اسلامی کی ویب سائٹ پر یہ سافٹ ویئر موجود ہے۔ ابتدا میں (1911) بغیر تخریج و تحقیق کے 11 جلدوں پر یہ فتاوی مشتمل تھا اور شائع ہوتا رہا۔ لیکن مولانا عبد القیوم کی تخریج و تحقیق کے اس فتاوی ک چار چاند لگ گئے جس کی وجہ سے اب یہ کتاب 30 جلدوں پر مشتمل ہے جس کو 1994 بمطابق 1415ھ میں رضا فاونڈیشن، جامعہ رضویہ، لوہاری گیٹ، لاہور، نے شائع کیا ہے۔ فتاوی رضویہ کی تشریح و تحقیق پر تقریبا عرصہ بارہ سال صرف ہوا[18]، اس فتاوی میں تقریبا 6847 سوالات کے جوابات اور 206 مسائل موجود ہیں جن میں مولانا احمد رضا خان نے سیر حاصل بحث کی ہے، اور علماو فضلا کو بحث و تحقیق کی طرف دعوت دی ہے۔ فتوی کی اس کتاب کی ضخامت، تقریبا تمام فقہی ابواب کے مسائل پر مشتمل ہونے کی وجہ سے اور فقہی جزئیات و نصوص کی روشنی میں مسائل کا حل پیش کرنے کی وجہ سے ڈاکٹر حازم مصری نے اس کتاب کو برصغیر میں فتاوی ہندیہ کے بعد فتاوی کا بہت بڑا مجموعہ قرار دیا ہے[19]۔ مجلہ معارف کے ایڈیٹر معین الدین احمد ندوی نے اس بات کی تاکید کی ہے کہ مولانا احمد رضا خان کے متبع اور مخالف کو ان کے فتاوی کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

تیسری بحث: فتوی رضویہ میں اعلی حضرت کے منہج کا اصولی اور فقہی جائزہ

مولانا احمد رضا خان جس طرح ایک شاعر، ادیب اور مصلح کی حیثیت سے برصغیر میں جانے جاتے ہیں اسی طرح ان کا فتوی میں ایک مقام و مرتبہ ہے، تیرہ سال کی عمر میں انہوں نے پہلا فتوی صادر کیا اور بیس سال کی

---

17 **محمد احمد رضا خان والعالم العربي**، 47؛ مولانا یسین اختر مصباحی، **امام احمد رضا خان ردبدعات و منکرات** (ملتان: مدنی کتب خانہ)، 410 – 415۔

18 مولانا محمد اسد قادری، **تلخیص فتاوی رضویہ** (لاہور: اکبر بک سیلرز، 2010)، 1: 36۔

19- **احمد رضا خان والعالم العربي**، 39۔

عمر میں منصب فتوی کو باقاعدہ طور پر سنبھالا اور زندگی کا ایک عرصہ فتوی صادر کرنے میں گزارا۔ فتوی کی قبولیت میں فتوی کی تدوین، اصول، اجتہادی بصیرت، فقہ الواقع، مسئلہ کی صحیح تصویر کشی، استدلال میں مصادر شریعہ کے مراتب کا خیال رکھنا، فقہی صفات کا بہت زیادہ عمل دخل ہے، ذیل میں مختلف عناوین کے تحت مولانا احمد رضا خان کی اجتہادی بصیرت، فقہ الواقع سے باخبر رہنا اور ان کے اصولوں کا مختصر تعارف پیش کیا جارہا ہے۔

مولانا احمد رضا خان کا فتوی کی تدوین میں منہج واسلوب

- **سائل کی زبان کا خیال رکھنا**

مفتی، مجتہد اور فقیہ کی فقاہت کا یہ تقاضا ہے کہ وہ سائل کی زبان کا خیال رکھے، کہ سائل اگر عربی زبان میں سوال کر رہا ہے تو مفتی بھی عربی زبان میں جواب دے، اگر اردو زبان میں سوال کیا گیا ہے تو مفتی اردو زبان میں جواب دے۔ کیونکہ مفتی کے جواب کا مقصد یہ ہے کہ سائل کو پیش آمدہ مسئلے کے شرعی حکم کے بارے میں اس انداز میں معلومات فراہم کی جائیں کہ وہ سمجھ سکے، ورنہ سوال وجواب کا کچھ فائدہ نہیں ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ﴾ [20](اور نہیں بھیجا ہم نے کسی رسول کو مگر اس کی قوم کی زبان کے ساتھ تاکہ وہ کھول کر واضح بیان کرے احکامات ان کے لیے)۔ اس آیت میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ انبیاء کو بھی ایسی قوم کی طرف بھیجا گیا جو ان کے ہم زبان تھے تاکہ وہ ان کو شرعی احکامات کھول کھول کر بیان کریں۔

چنانچہ اسی صفت سے متصف ہو کر اعلی حضرت نے بھی سائلین کا خیال کیا اور عموماً تین زبانوں میں سوالات کے جوابات دیے، چونکہ عموماً آپ کے مخاطبین اردو دان تھے اس لیے آپ کے فتاوی کا اکثر حصہ اردو زبان میں ہے، البتہ اگر کسی سائل نے اردو زبان کے علاوہ عربی اور فارسی زبان میں سوال کیا تو اسے اسی زبان میں جواب دیا، تاکہ سائل کو شرعی حکم کی سمجھ آجائے۔ مثال کے طور پر مولانا احمد رضا خان سے مندرجہ ذیل سوالات اردو زبان میں ہوئے تو انہوں نے اردو زبان میں ہی جواب دیا۔

1- کیا وضو کے درمیان ہوا خارج ہونے سے وضو ٹوٹ جائے گا؟[21]

2- کیا زکام ناقض وضو ہے؟[22]

20- سورۃ ابراہیم، 14/04

21 فتاوی رضویہ، 1/137

22 نفس مصدر، 1/ 147

3- کیا شرم گاہ سے کپڑا اٹنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے[23]؟

اسی طرح اگر کسی سائل نے فارسی زبان میں سوال کیا تو مولانا احمد رضا خان نے فارسی زبان میں جواب دیا، چنانچہ مندرجہ ذیل مسائل کا جواب فارسی زبان میں دیا۔

1- کیا شوہر اپنی بیوی کو طلاق دے کر اس کی بہن سے دوران عدت نکاح کر سکتا ہے[24]؟

2- مرد و عورت نماز میں ہاتھ کہاں باندھیں گے[25]؟

3- اگر شوہر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جیل میں ہو اور اپنی بیوی کو طلاق نہ دے تو عورت کے لیے کا حکم ہے[26]؟

اور عربی زبان میں آپ کے رسائل موجود ہیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ سائل نے عربی زبان میں سوال کیا تو اعلی نے عربی زبان میں جواب دیا۔

- **فتوی میں تاریخ نوٹ کرنا**

مولانا احمد رضا خان کی دوسری صفت فتوی کی تدوین میں یہ ہے اعلی حضرت فتوی لکھ کر عموما تاریخ بھی ثبت کرتے ہیں[27]، تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ فتوی کب اور کن احوال میں دیا گیا ہے، کیونکہ فتوی زمان و مکان کے اختلاف کے ساتھ ساتھ تبدیل ہو جاتا ہے تو تاریخ سے اس بات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ کن احوال میں فتوی دیا گیا ہے، اور ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہو سکے کہ اس موضوع پر سب سے پہلے ان کے معاصر علما میں سے

---

23 نفس مصدر 1/470

24 نفس مصدر 13/308 - 310

25 نفس مصدر 6/143 - 147

26 نفس مصدر 15/128

27 فتوی میں تاریخ لکھنے کی اہمیت پر مندرجہ ذیل واقعہ منطبق آتا ہے کہ ابو بکر الصولی محمد بن یحیی کہتے ہیں کہ میں نے ابو حنیفہ الدینوری کو خط لکھا اور تاریخ لکھنا بھول گیا تا انہوں نے جواب دیا: "وصل كتابك مبهم الأوان ، فظلم البيان ، فأدى خبرا ما القرب فيه بأوفي من البعد منهم ، فإذا كتبت - أعزك الله — فلتكن كتبك موسوعة بالتاريخ ، أعرف أدنى أتارك ، وأقرب أخبارك "(آپ کا خط گرامی قدر پہنچ گیا ہے لیکن غیر معلوم وقت کے بارے میں ہے جس کی وجہ سے خط کا مقصد مبہم ہو گیا ہے، آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ جب بھی لکھو تو تاریخ ضرور نقل کیا کرو)۔ اسامۃ بن منقذ، **الباب الآداب**، ص40۔ یہ واقعہ شیخ عبد الفتاح ابو غدہ کی کتاب **صفحات من صبر العلما على شدائد العلم والتحصيل**، ص08 سے لیا گیا ہے۔

کس نے اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ چنانچہ اعلی حضرت کے تمام رسائل [28] جو کہ فتاوی رضویہ میں شامل کیے گئے ہیں ان کی ابتدا میں ہی تاریخ نقل کی گئی جس سے وقت اور احوال معلوم کیے جاسکتے ہیں۔

- **جواب کے آغاز میں تمہیدی کلمات ادا کرنا**

سائل کے سوال کا جواب اگر سائل کو سمجھنا مشکل ہو اعلی حضرت جواب دینے سے پہلے تمہیدی کلمات لکھتے ہیں جس سے سائل کی ذہن سازی کی جاتی ہے اور مشکل جواب کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے، جیسے عیسی علیہ السلام کی ولادت کے قصے سے پہلے دو قصے بیان کیے کہ جو ذات سیدہ مریم کو محراب میں پھل اور سیدنا زکریا علیہ السلام کو بڑھاپے میں اولاد سے نواز سکتا ہے وہ بغیر باپ کے بھی اولاد دے سکتا ہے۔ چنانچہ اعلی حضرت سے پوچھا گیا ہے کہ کیا مردے سنتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مردے سنتے ہیں لیکن اس جواب کو سمجھانے کے لیے انہوں نے مندرجہ ذیل تمہیدی کلمات بیان کیے تا کہ اس مسئلے کی حقیقت سائل پر واضح ہو جائے:

1- روح کو موت نہیں آتی، بلکہ بدن کو موت آتی ہے۔

2- علم وادراک انسان کی روح کی صفات ہیں نہ کہ بدن کی۔

لہذا روح کو موت ہی نہیں آئی تو اس کی صفات سمع وبصر بھی مسلسل جاری رہیں گی [29]۔

مولانا احمد رضا خان کا اصولی منہج

مولانا احمد رضا خانؒ حنفی مذہب کے پیروکار ہیں اسی لیے وہ اپنے فتاوی میں حنفی فقہ کے اصولوں اور پھر افتا کے حنفی اصولوں کی بہت سختی سے پابندی کرتے ہیں۔ ذیل میں ان کے فتاوی میں پائے جانے والے حنفی اصولوں کی وضاحت کی جارہی ہے:

پہلا اصول: راجح قول کے مطابق فتوی

حنفی مذہب کے فتوی کے مسلمہ اصولوں میں سے ایک اصول یہ ہے کہ راجح قول کے مطابق فتوی دیا جائے گا، کسی مفتی کو راجح قول کی موجودگی میں مرجوح قول پر فتوی دینے کی اجازت نہیں الا یہ کہ کوئی ضرورت شدیدہ پائی جائے یا حالات کا تقاضا ہو تو ایسی صورت میں مرجوح قول پر فتوی دیا جا سکتا ہے [30]۔ چنانچہ اعلی حضرت

---

28 مثلا اعلی حضرت کا رسالہ بعنوان "**ازہار الانوار من صبا صلوۃ الاسرار**"، **فتاوی رضویہ** 8/571 اور اسی طرح "الطرس المعدل فی الماء المستعمل" **فتاوی رضویہ** 2/43۔

29 **فتاوی رضویہ** 9/854۔ فتاوی رضویہ کی جلد 9 میں صفحہ 847 سے 854 تک اس مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے۔

30 ابن عابدین، محمد امین بن عمر، شرح عقود رسم المفتی (کراچی، مکتبۃ البشری، طبع اول: 2009)، 07

مولانا احمد رضا خانؒ اپنے فتاوی میں اسی اصول کی پابندی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور ائمۃ حنفیہ کے مابین اس بات میں اختلاف ہے کہ ظہر اور عصر کی نماز کے ابتدائی اوقات کیا ہیں، امام اعظم ابو حنیفہؒ کے ہاں جیسے ہی ظہر کا وقت، جو کہ مثل ثانی تک دراز ہے، ختم ہوتا ہے نماز عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ جبکہ امام ابو یوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی کے ہاں ظہر کا وقت مثل اول پر ختم ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی عصر کی نماز کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ اور حنفی مذہب میں راجح قول امام ابو حنیفہ کا ہے[31]، اور اعلی حضرت نے بھی اسی قول کو اپنایا ہے اور امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق فتوی صادر کیا ہے[32]۔

دوسرا اصول: فتوی ظاہر الروایۃ کے مطابق دیا جائے گا

اصدار فتوی کا حنفی مذہب کا دوسرا اصول یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں ظاہر الروایۃ اور نادر الروایۃ جمع ہو جائیں اور کسی ایک کی ترجیح واضح نہ ہو تو ظاہر الروایۃ کے مطابق فتوی دیا جائے گا الا یہ کہ مخفی قرائن پائے جائیں تو پھر ایسی حالت میں نادر الروایۃ کے مطابق بھی فتوی دیا جا سکتا ہے[33]، گویا کہ ظاہر الروایۃ میں پایا جانا ہی اس قول کے راجح ہونے کی دلیل ہو گی۔ اور اگر ظاہر الروایۃ کے دو اقوال مابین اختلاف کی صورت میں ظاہر الروایۃ کی ترتیب تالیف کا اعتبار کیا جائے گا، اور ظاہر الروایۃ کی ترتیب یوں ہے: المبسوط، جامع صغیر، جامع کبیر، زیادات، سیر صغیر، سیر کبیر۔ ان کتابوں کے مجموعے کا نام ظاہر الروایۃ ہے۔ اور جو اقوال جرجانیات، کیسانیات، ھارونیات، امالی اور کتاب المجرد میں پائے جائیں وہ نادر الروایۃ کہلاتے ہیں[34]۔ چنانچہ اعلی حضرت کے فتاوی میں ظاہر الروایۃ کی طرف میلان واضح طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اور اس حوالے سے اعلی حضرت کا یہی قول ہی کافی ہے کہ "جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے وہ مرجوح عنہ ہے"[35]۔

تیسرا اصول: عدم تصحیح و ترجیح کے وقت حنفی مذہب کی اصولی کتب کے مطابق فتوی دیا جائے گا

---

31 شیبانی، محمد بن حسن، الاصل، تحقیق: محمد بوینوکالن، (مردان، مکتبۃ الاحرار، طبع اول: 1433ھ)، 309؛ ابن نجیم زین الدین بن ابراہیم، البحر الرائق شرح كنز الدقائق (دار الکتاب الاسلامی، طبع ہفتم)، 1/257

32 **فتاوی رضویۃ**، 5/133

33 شرح عقود رسم المفتی، ص18؛ عثمانی، محمد تقی، اصول الافتاء وآدابہ، (کراچی، معارف القرآن، 2011)، 190

34 تھانوی، محمد علی، کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم (بیروت، لبنان ناشرون، 1996)، 2/1146؛ جرجانی علی بن محمد، التعریفات (بیروت، دار الکتاب العربی، طبع اول: 1405ھ)، 64

35 فتاوی رضویۃ، 5/133

اگر کسی مسئلہ میں ایک سے زیادہ اقوال ہوں اور ان کے مابین اصحاب الترجیح ی جانب سے ترجیح کا ثبوت نہ ملے تو مفتی پر لازم ہے کہ حنفی مذہب کی اصول کی کتابوں میں مسئلہ کی چھان بین کرکے فتوی صادر کرے، تاکہ فتوی اصول کی کتابوں کے عین مطابق ہو[36]۔ چنانچہ اعلی حضرت اس اصل پر عمل کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، جیساکہ ان کے فتاوی اس بات پر شاہد ہیں کہ وہ اپنے فتاوی میں حنفی مذہب کی امہات الکتب سے صورت مسئولہ کی جزئیات کو تلاش کرتے ہیں اور پھر فتوی صادر کرتے ہیں۔

چوتھا اصول: قواعد فقہیہ کے مطابق فتوی دینا

ماہر اور متبحر فی العلم مفتی کے لیے قواعد فقہیہ کی بناپر فتوی صادر کرنا درست ہے، بشرطیکہ وہ اس قاعدہ کو درست طریقے سے پوچھے گئے مسئلہ کی جزئیات پر مطبق کرنے کا اہل ہو[37]۔ اعلی حضرت مولانا احمد رضا خان بھی اپنے فتاوی میں قواعد فقہیہ کو بنیاد بنا کر فتوی صادر کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے "الیقین لا یزول بالشک" (شک کے ساتھ یقین کا ازالہ نہیں کیا جاسکتا)، کی بناپر اس حوض کے پانی کو طاہر قرار دیا ہے جس کی نجاست کا علم یقین نہ ہو[38]۔

اسی طرح انہوں نے اپنے ایک فتوی میں فرمایا ہے کہ اگر پانی کے اندر کوئی دوائی مل جائے جس کا مقصد وباء سے بچانا ہو اور اس دوائی کی وجہ سے پانی کا رنگ و بو بدل جائے تو ایسا پانی پاک رہے گا پینے اور وضو کے قابل رہے گا جب تک اس کی نجاست کی کوئی یقینی دلیل نہ مل جائے[39]۔ کیونکہ "الاصل فی الاشیاء الاباحۃ"۔

پانچواں اصول: عرف کے مطابق فتوی دینا

حنفی مذہب میں مفتی کے لیے یہ جائز نہیں کہ عرف کو ترک کرکے ظاہر مذہب پر فتوی صادر کرے[40] بلکہ ایک ماہر اور متاہل مفتی ہی وہ ہے جو فقہ الواقع سے باخبر ہونے کے ساتھ ساتھ احوال وزمان کو بخوبی جانتا ہو۔ اعلی حضرت مولانا احمد رضا خانؒ ان اہل علم میں سے ہیں جو فتوی صادر کرتے وقت لوگوں کے عرف ورواج سے

---

36 شرح عقود رسم المفتی، ص18؛ أصول الافتاء وآدابه، ص190

37 امین افندی، علی حیدر خواجہ، درر الحكام فی شرح مجلة الأحكام (دار الجلیل، طبع اول: 1991)، 1/17؛ ندوی علی احمد، القواعد الفقهية : نشأتها ، تطورها، دراسة مؤلفاتها ، أدلتها ، مهمتها وتطبيقاتها (دمشق، دار القلم)، 333-347

38 **فتاوی رضویہ** 3/279اور282؛ 4/396

39 نفس مصدر 3/280

40 شرح عقود رسم المفتی، ص75؛ اصول الافتاء وآدابه 250 - 255

باخبر رہتے ہیں، چنانچہ وہ خود اس بارے ارشاد فرماتے ہیں کہ " احکام زمانے کے مختلف ہونے سے بدل جاتے ہیں "[41]، اور مزید یوں رقمطراز ہیں کہ عرف ان وسائل میں سے ہے جن کے ذریعے احکام تبدیل ہو جاتے ہیں، لہذا جیسے ہی عرف کی وجہ سے زمانہ می تبدیلی آئے گی ساتھ ہی شرعی حکم تبدیل ہو جائے گا۔ اسی لیے مفتی کے لیے ضروری ہے کہ اپنے وقت کے عرف سے باخبر رہے اور اس کے مطابق فتوی صادر کرے[42]۔ اور اگر مفتی اپنے فتاوی میں عرف کا اعتبار نہیں کرے گا تو وہ ایک منضبط اور معقول فتوی صادر نہیں کر سکتا[43]۔

چھٹا اصول: امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق فتوی صادر کرنا

اعلی حضرت مولانا احمد رضا خانؒ کا ایک اصول یہ ہے کہ وہ امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق فتوی صادر کرنا ضروری قرار دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اس کے بارے ایک رسالہ بعنوان " اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقا علی قول الامام "[44]، تحریر کیا ہے جس میں انہوں اس بات کی طرف مفتیان کی توجہ دلائی ہے کہ اس زمانہ میں امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق فتوی صادر کرنا ضروری ہے۔ اور اس میں اعلی لکھتے ہیں کہ اس وقت کے علما کو اگرچہ امام اعظم کی دلیل کا علم نہ بھی ہو مگر حنفی مذہب کے مفتی کو امام ابو حنیفہ کے اقوال کے مطابق فتوی دینا ضروری ہے[45]، کیونکہ اس وقت مفتی کی حیثیت صرف ایک ناقل کی ہے اس کے سوا کچھ نہیں، لہذا مفتی کو چاہیے کہ وہ امام کا قول نقل کرے[46]۔ اور اعلی حضرت بھی اپنے فتاوی کے اصدار میں امام ابو حنیفہ کے قول کو بہت سختی سے پابندی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، چنانچہ انہوں نے بنی ھاشم کو زکاۃ دینے کی حرمت کو فتوی امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق دیا ہے[47]۔ تاہم ضرورۃ شدیدہ کی صورت میں کسی اور امام کے قول کے مطابق بھی فتوی دیا جا سکتا ہے جیسا کہ ان سے آدمی کے بارے پوچھا گیا جو دیوانہ ہو گیا ہو آیا اس کی بیوی کو طلاق لینے یا نہ لینے کا اختیار ہے کہ نہیں؟ تو اعلی حضرت کا فرمان ہے کہ اصل میں فتوی تو امام ابو حنیفہ کے قول ہر ہے کہ عورت کو تفریق کا اختیار نہیں ہے، لیکن چونکہ امام محمد نے اس مسئلہ میں اختیار دینے کو پسند کیا ہے تو ان کا قول بھی اپنایا

---

41 **فتاوی رضویہ** 1/165

42 نفس مصدر 1/166

43 نفس مصدر

44 اعلی حضرت کا یہ رسالہ فتاوی رضویہ کی جلد اول ص 95 سے شروع ہوتا ہے، اور یہ رسالہ 1334ھ میں مکمل ہوا۔

45 **فتاوی رضویہ** 1/98؛ 12/113؛ 11/484، 485

46 نفس مصدر 1/101

47 نفس مصدر 10/289

جا سکتا ہے، لیکن عورت اپنی مرضی سے تفریق کا اختیار حاصل نہیں کر سکتی بلکہ قاضی کے سامنے اسے تفریق اختیار کرنے کا کہا جائے گا[48]۔

مولانا احمد رضا خان کا طرز استدلال

مولانا احمد رضا خانؒ حنفی مذہب کے پیروکار ہیں اور خصوصاً امام ابو حنیفہؒ کے اقوال کے مطابق فتوی دینا ضروری قرار دیتے ہیں، لیکن اس کے لیے ان کا طرز استدلال نہایت ہی اصولی اور فقہی ہے، عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ ایک حنفی عالم صرف حنفی مذہب کی فقہ کی کتابوں اور اصول کی کتابوں تک محدود رہتا ہے، قرآن اور حدیث سے استدلال بہت کم کرتا ہے، فتاوی رضویہ کا مطالعہ کرنے والا اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ یہ بات غلط ہے، بلکہ مولانا احمد رضا خانؒ اپنے فتاوی کی بنیاد ہی قرآن و حدیث پر رکھتے ہیں۔ اور حنفی مسلک کے مسائل کو بھی قرآن و سنت کی روشنی میں حل کرتے ہیں، ذیل میں ان کا طرز استدلال بیان کیا جا رہا ہے:

قرآن سے استدلال

مولانا احمد رضا خان کے فتاوی میں طرز استدلال سے محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالی انہیں بڑی مہارتوں سے نوازا تھا، وہ ایک ہی وقت میں اپنے فتاوی میں کئی کئی استشہادات پیش کر کے مسئلہ کو ثابت کرتے ہیں، لیکن ان استدلالات میں ترجیح اور تقدیم قرآن پاک [49] کو دیتے ہیں۔ کیونکہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور تمام مصادر اسی سے اپنی حجیت کی قوت کو اخذ کرتے ہیں، اسی لیے وہ سب سے پہلے قرآن سے استدلال کرتے ہیں۔ اور مندرجہ ذیل فتاوی نموذج کے طور پر پیش خدمت ہیں:

اعلی حضرت سے یہ سوال کیا گیا کہ ایک آدمی جیل میں عمر بھر کے لیے قید ہے اور اپنی بیوی کو طلاق بھی نہیں دے رہا، ایسے شخص کے لیے کیا شرعی حکم ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ایسا کرنا اللہ تعالی کے اس فرمان

48 نفس مصدر 12/ 505،506

49 قرآن مجید کی اصولیوں نے مختلف انداز میں تعریف کی ہے، چنانچہ ڈاکٹر شعبان اسماعیل یوں رقمطراز ہیں کہ "قرآن اللہ تعالی کا معجز کلام ہے جو سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے قلب اطہر پر نازل ہوا، جو مصاحف میں لکھا ہوا ہے اور تواتر کے ساتھ منقول ہوا ہے، الحمد سے شروع ہوتا ہے اور ناس پر ختم ہوتا ہے"۔ شعبان محمد اسماعیل، أصول الفقه الميسر (دار ابن حزم، طبع اول: 2008)، 82؛ شوکانی، محمد بن علی، إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول، تحقیق: ابو حفص سامی بن العربی (ریاض، دار الفضیلة، طبع اول: 2000)، 1/ 169

﴿الطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ﴾[50]، کے منافی ہے، اس میں اللہ تعالی نے بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے، اور ایسی صورت میں خاوند کو چاہیے کہ اپنی بیوی سے حسن سلوک کرتے ہوئے علاحدگی اختیار کرلے۔

اسی طرح ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ کیا دن اور رات کی تبدیلی میں زمین یا آسمان کا کردار ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نہیں ایسی بات نہیں بلکہ لیل و نہار کی تبدیلی کا سبب سورج ہے اور یہ آیت تلاوت فرمائی: ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا﴾[51]۔

حدیث سے استدلال

حدیث فقہ اسلامی کا دوسرا مصدر ہے قرآن میں اگر کسی مسئلہ کا واضح حکم نہیں ملتا تو اس کے بعد حدیث کی طرف رجوع کیا جاتا ہے کیونکہ حدیث قرآن کی تشریح اور بیان ہے، قرآن کے مجمل اصولوں کی تفصیل حدیث میں بیان کی گئی ہے۔ اعلی حضرت بھی اپنے استادلالی منہج میں حدیث[52] کو دوسرے نمبر پر رکھتے ہیں اور قرآن میں شرعی حکم نہ ملنے کی بنا پر حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ جیسے کے مندرجہ ذیل مسائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے، مثلاً ان سے پوچھا گیا کہ کیا وضو کے بعد اعضائے وضو خشک کرنے کے لیے کپڑا استعمال کیا جا سکتا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ استعمال کیا جا سکتا ہے اور یہ فعل مکروہ نہیں ہے[53]، اور اس کا اثبات مختلف احادیث سے استدلال کر کے کیا جن میں سے ایک حدیث یہ ہے: عن عائشة – رضي الله عنها – قَالَتْ: " كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خِرْقَةٌ يُنَشِّفُ بِهَا بَعْدَ الوُضُوءِ "[54]۔

اسی طرح جب ان سے وضو اور غسل کے پانی کی مقدار کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ وضو کے لیے ایک مد اور غسل کے لیے ایک صاع پانی کی مقدار سنت ہے[55]، اور مندرجہ ذیل حدیث کو بطور

---

50 سورۃ بقرۃ، 229/2

51 سورۃ یسین، 36:38

52 اصولیوں کے ہاں حدیث سے مراد "نبی اکرم ﷺ کے اقوال، افعال اور صحابہ کے وہ اقوال ہیں جو آپ ﷺ کے سامنے کیے گئے اور آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کی"۔ أصول الفقه الميسر، ص 143؛ محمد رضا مظفر، أصول الفقه (مکتبۃ العزیزی، طبع دوم: 2007)، ص 331

53 **فتاوی رضویہ** 239/1

54 ترمذی، محمد بن عیسی، سنن ترمذی، ابواب الطہارۃ، باب المنديل بعد الطهارة (مصر، شرکہ و مطبعہ مسطفی البابی الحلبی، طبع دوم: 1975)، حدیث: 53

55 **فتاوی رضویہ** 579/1

ثبوت پیش کیا: عن أنس -رضي الله عنه - يقول: "كان النبي صلى الله عليه وسلم يغسل، أو كان يغتسل، بالصاع إلى خمسة أمداد، ويتوضأ بالمد"[56].

اجماع سے استدلال

اگر کسی مسئلہ کا شرعی حکم قرآن وسنت میں نہ ملے تو پھر اجماع کی طرف جایا جاتا ہے کہ امت محمدیہ کے علماو فقہا کا اگر ایک ہی وقت میں ایک شرعی مسئلہ کے بارے میں بغیر کسی کی مخالفت کے اتفاق رائے قائم ہو تو اسی کے مطابق حکم دیا جائے گا، اور یہی اجماع ہے[57]۔ اعلی حضرت کا بھی شرعی مسائل کے حل میں یہی منہج ہے اور انہوں نے اجماع کو شرعی مصادر اور متفقہ اصولوں میں شمار کیا ہے۔ اور اجماع کی حجیت اور اس کی شرعی حیثیت کے بارے میں ایک رسالہ بعنوان: "إن الرجوع إلى الرسول والإجماع لا يعد تقليدا"[58]، تحریر کیا۔ چنانچہ جن مسائل کا شرعی حکم انہوں نے اجماع کی بنیاد پر رکھا ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ اہل سنت والجماعت کے ہاں کبیرہ کا مرتکب کافر نہیں ہے[59]۔ اسی طرح انہوں نے اجماع کی بنیاد پر عورت کے تمام بدن کو عورۃ قرار دیا ہے نتیجۃً عورت کو اپنا بدن ڈھانپ کر رکھنا ضروری ہے[60]۔ اسی طرح جب ان سے یہ پوچھا گیا کہ عربی حروف میں سے ظا اور ضاد کی آوازیں ایک جیسی ہیں تو اگر یہ ایک دوسرے سے بدل جائیں تو نماز کے اندر کیا حکم ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ علم تجوید کو اس قدر سیکھنا لازمی ہے کہ ہم کلام اللہ کا صحیح تلفظ کر سکیں، البتہ حرور کو ایک دوسرے سے بدلنا اجماع کی بنیاد پر حرام ہے[61]۔

قیاس سے استدلال

مولانا احمد رضا خانؒ کے استدلالی منہج میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ غیر منصوص مسائل کے منصوص مسائل پر قیاس[62] کر کے ایک جیسی علت کی بنا پر منصوص کا حکم غیر منصوص میں منتقل کر دیتے ہیں، بلکہ انہوں

---

56 محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری، كتاب الوضوء باب الوضوء بالمد (دار طوق النجاة، طبع اول: 1422ھ)، رقم الحدیث: 201

57 أصول الفقه الميسر، 258؛ محمد رضا، أصول الفقه، ص342

58 فتاوی رضویہ میں یہ رسالہ موجود ہے، فتاوی رضویہ 1/ 115 - 125

59 نفس مصدر 5/ 104

60 نفس مصدر 6/ 38 - 39

61 **فتاوی رضویہ** 2/ 263-264

62 قیاس سے مراد یہ ہے کہ علت کے متفق ہونے کی وجہ سے منصوص احکام کے حکم کو غیر منصوص احکام میں منتقل کر

نے قیاس اور فقہ کو دین کی ضروریات میں شمار کیا ہے[63]۔ اور عشر کی شرعی حیثیت کو جن اصولوں کی بنیاد ثابت کیا ہے ان میں قیاس بھی شامل ہے[64]۔

مراعاۃ الاستحسان

اعلی حضرت کے استدلالی منہج کا ایک امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ اپنے فتاوی میں استحسان کا بہت زیادہ خیال کرتے ہیں[65]، چنانچہ اگر کوئی جنبی آدمی اپنا ہاتھ دھونے سے پہلے کنویں میں یا پانی والے برتن میں ڈال دے تو قیاس کا تقاضا ہے کہ وہ پانی نجس ہو جائے، لیکن چونکہ ہاتھوں کے ساتھ اس برتن سے پانی لینا ایک بنیادی ضرورت ہے لہذا ایسی صورت میں پانی نجس نہیں ہو گا[66]۔ اسی طرح انہوں نے زکوۃ کے نصاب کو مکمل کرنے کے لیے سونے اور چاندی کو ملا کر زکوۃ دینے کو استحسان کی بنا جائز سمجھا ہے[67]۔ اسی طرح اگر کوئی آدمی حلفا کہے کہ "وہ فلاں سے بات نہیں کرے گا یا فلاں جگہ نہیں جائے گا یا فلاں خاص چیز نہیں کھائے گا" اور پھر وہ اپنی قسم کی خلاف ورزی کرتا ہے تو کیا یہ نقض حلف ہو گا جس کا اسکو کفارۃ دینا پڑے گا؟ تو اعلی حضرت نے فرمایا: قیاس کا تقاضا یہ ہے اسے قسم نہ اعتبار کیا جائے، البتہ استحسان کا تقاضا یہ ہے کہ اسے قسم اعتبار کیا جائے اور نتیجۃ اس پر قسم کا کفارۃ ہو[68]۔ تو اس طرح سے اعلی حضرت اپنی اصولی منہج میں استحسان کو کثرت سے استعمال کرتے ہیں جو کہ فقہ حنفی کا ایک مسلمہ قاعدہ ہے۔

مولانا احمد رضا خان کا فقہی منہج

برصغیر میں جن علمی شخصیات نے فقہی خدمات سرانجام دے کر دین کی خدمت اور لوگوں کو دینی مسائل میں بے پناہ آگاہی فراہم کی ان میں مولانا احمد رضا خان کا نام بریلوی مکتبہ فکر میں سرفہرست آتا ہے، ان کی فقہی خدمات پر مشتمل مختلف کتابوں میں ایک کتاب فتاوی رضویہ ہے جو کہ فقہ انسائکلوپیڈیا ہے جس میں انہوں

دینا۔ جوینی، ابو المعالی، امام الحرمین عبد الملک بن عبد اللہ، البرھان فی اصول الفقه، تحقیق: عبد العظیم ادیب، (قطر، طبعۃ قطریۃ، طبع اول: 1399ھ)، 745/2

63 **فتاوی رضویہ** 14/292-293

64 نفس مصدر 12/205-206

65 استحسان سے مراد یہ ہے کہ ظاہر اقیاس کو ترک کر کے ایسے پہلے کو اختیار کرنا جس میں لوگوں کے لیے آسانی پائی جائے۔

اصول الفقه الذی لا یسع الفقیه جهله، ص194

66 **فتاوی رضویہ** 2/138 - 139

67 نفس مصدر 10/155-116

68 فتاوی رضویہ 13/580

نے روزمرہ کی زندگی میں پیش آنے والے فقہی مسائل کے بارے میں شریعت کی روشنی میں رہنمائی فرمائی، ذیل میں ان کی فقہی خوبیوں کا تذکرہ پیش کیا جارہا ہے:

سوال سے متعلقہ تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا

اعلی حضرت مولانا احمد رضا خانؒ کی اپنے فتاوی میں فقہی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ سائل کے سوال کے متعلق جو مختلف پہلو تعلق رکھتے ہیں اعلی حضرت ان کو بھی سوال میں شامل کرکے جواب عنائت فرما دیتے ہیں جس سے سوال می پوچھے گئے موضوع کے بارے میں ایک مکمل رہنمائی مل جاتی ہے، اور یہ مفتی کی فقہی بصارت کی علامت ہے کہ وہ سوال سے متعلقہ تمام پہلوؤں کو شامل جواب کردے تاکہ اگر مستقبل میں اس موضوع کے بارے معلومات کی ضرورت پڑے تو ان کے بارے میں پہلے سے ہی رہنمائی موجود ہو۔ مثال کے طور پر ان سے پوچھا گیا کہ کفن پر قرآنی آیات لکھنا کیسا ہے؟ نیز کیا قبر درخت کی ٹہنی رکھنا درست ہے؟ تو اعلی حضرتؒ نے اس مسئلی کی حساسیت کو مد نظر رکھتے ہوئے ایسے تمام مسائل کو جواب میں ذکر کردیا جن کے بارے میں معلومات کو ہونا ضروری تھا، چنانچہ انہوں نے ایک رسالہ بعنوان "الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن" لکھ کر ایسے تمام مسائل کے بارت میں شرعی معلومات بیان کردیں، جس میں انہوں نے خصوصا مندرجہ ذیل چار چیزوں کے بارے تفصیلی بات کی[69]:

1- کہ کفن ہر لکھنا یہ درخت کی ٹہنی قبر رکھنے سے زیادہ بہتر ہے۔

2- جن چیزوں سے دینی تعظم ظاہر ہوتی ہے اگر ان کو میت پر رکھنے سے یا دینی تعظیم میں خلل واقع نہ ہو تو اس کے بارے کیا حکم ہے

3- خصوصا شافع فقہا کارد کیا جن کے نزدیک ایسے کفن، جن پر قرآنی آیات لکھی ہوئی ہوں، بے ادبی کے مترادف ہیں۔

4- قبر پر درخت رکھنے کا کیا حکم ہے؟

چونکہ برصغیر کے تناظر میں یہ سوال حل طلب تھے تو انہوں نے سوال میں ان کو بھی شامل کیا اگرچہ سائل کی طرف سے ان کا شرعی حکم نہیں ہوچھا گیا تھا۔

69 نفس مصدر 9/108

اسی اعلی حضرت سے یہ سوال کیا گیا کہ جو خون بدن سے نکلے اس کا کیا حکم ہے؟ تو مولانا احمد رضا خانؒ نے یہاں تین پہلو سے بات کی کہ خون اگر جسم سے نکل کر اپنی جگہ پر ہی رہے اور کسی چیز کے ساتھ مل جائے، اسی طرح اگر خون جسم سے نکل کر نہ بہے بلکہ ایک قطرے کی مانند بن جائے ان دونوں صورتوں میں خون ناقض وضو نہیں ہو گا، البتہ تیسری صورت جس میں خون نکل کر بہہ پڑے تو ایسی صورت میں وضو ٹوٹ جائے گا[70]۔

تو اس طرح سے اعلی حضرتؒ اپنے فتاوی میں سائل کے سوال میں ہونے والی کمی بیشی کو بھی ختم کر کے اسے مزید پہلوؤں کے بارے میں نوازتے ہیں تا کہ موضوع مکمل ہو جائے۔

سائل کو مختلف کتابوں کی طرف متوجہ کرنا

مفتی کی فقہی بصارت می علامات میں یہ بھی شامل ہے کہ سائل نے جس بارے سوال کیا ہے اس کا جواب دینے کے بعد ایسی کتابوں کی طرف رہنمائی کر دے کہ سائل خود بھی اس موضوع کے متعلق پڑھ سکے، جس سے مفتی کی وسعت مطالعہ، مسائل پر گہری نظر کا پتہ چلتا ہے، اعلی حضرت بھی اپنے فتاوی میں اسی منہج کو اپناتے ہوئے نظر آتے ہیں، مثلاً ان سے پوچھا گیا کہ بچوں کو جو تعویذ پہنائے جاتے ہیں جن میں قرآن پاک کی آیات لکھی جاتی ہیں تو ان کو پہن کر بیت الخلاء میں داخل ہونا کیسا ہے؟ جس کے بارے میں انہوں نے جواب دیا کہ قرآنی آیات والے تعویذ پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن بیت الخلاء میں پہن کر جانے کے بارے میں ان کے رسالہ "الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن" کا مطالعہ کیا جائے[71]۔

اسی طرح ان سے پوچھا گیا کہ اگر میت کے اولیاء نے جنازہ ادا کر لیا ہو تو کیا دوبارہ نماز جنازہ ادا کی جا سکتی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ایسی صورت میں نماز جنازہ کا اعادہ درست نہیں، اور نماز جنازہ کے لوٹانے کے بارے میں ان کے رسالہ "الهادی الحاجب عن جنازۃ الغائب" کا مطالعہ کیا جائے[72]۔

فتوی کو مختلف شرائط سے مقید کرنا

مفتی کی فقہی بصارت کی ایک علامت یہ ہے کہ اگر سائل کوئی سوال عمومی صورت میں کرتا ہے جس کا مقید ہونا ہو تو مفتی اس کو مختلف شرائط کے ساتھ مقید کر دیتا ہے تا کہ اس مسئلہ کا حکم ان شرائط کے مطابق سمجھا جائے نہ کہ عمومی طور پر اس کا حکم سمجھا جائے۔ اسی طرح اعلی حضرتؒ بھی عمومی صورت میں پیش کیے گئے سوالات کو مختلف شرائط سے مقید کر دیتے ہیں جن کا مقید ہونا ضروری ہو، مثلاً سائل نے ان سے سوال کیا کہ کیا

---

70 فتاوی رضویہ 1/280

71 نفس مصدر 4/609-610

72 نفس مصدر 9/318

نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ تو انہوں نے سوال دو شرطوں سے مقید کر کے جواب دیا کہ اگر ایسی نیند ہو جس سے استطلق الوکاء کی صورت پیش آجائے یا سانے والا غافل ہو جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں[73]۔

اپنی رائے کا اظہار کرنا

اعلی حضرت کی فقہی بصارت پر دلالت کرنے والی ایک صفت یہ ہے کہ وہ قدیم فقہا کی فقہی اور اصولی آراء ذکر کر کے پھر اجتہاد کرتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں اور کبھی کبھی مختلف آراء میں سے ترجیح بھی دیتے ہیں، مثلا ان سے پوچھا گیا کہ کیا جماعت کے دوران امام اگر بھول جائے تو کیا عورت اس کو لقمہ دے سکتی ہے؟ تو اس مسئلہ پر شرعی حوالے سے گفتگو کر کے بیان کرتے ہیں کہ "میری رائے یہ ہے ضرورت کی بنا پر ایسی صورت میں عورت بھی مرد امام کو لقمہ دے سکتی ہے"[74]۔

اسی طرح اگر مغرب کی نماز کے وقت جنازہ آجائے تو کس کو مقدم کیا جائے، تو وہ فرماتے ہیں کہ فرضی نماز کو مقدم کیا جائے گا، البتہ "میری رائے یہ ہے کہ اگر ضرورت اس بات کا تقاضا کرے کہ نماز جنازہ پہلے ادا کیا جائے تو ایسی حالت میں نماز جنازہ کو پہلے ادا کیا جائے"[75]۔

تو اس طرح سے فتاوی رضویہ کا مطالعہ کرنے والا شخص اس بات کو کثرت سے دیکھتا ہے کہ وہ پہلے مسئلہ کا حل بیان کرتے ہیں اور پھر متقدمین سے اختلاف کرتے ہوئے اپنی رائے کا بھی اظہار کرتے ہیں۔

شرعی حکم کی علت بیان کرنا

کسی شرعی حکم کی علت بیان کرنے سے سائل کا دل مطمئن ہونا ایک فطرتی عمل ہے اور اس سے سامعین سائلین کو بہت آسانی سے قائل کیا جا سکتا ہے۔ اعلی حضرت بھی اپنے فتاوی میں شرعی حکم کی علت عموما بیان کرتے رہتے ہیں۔ مثلا ان سے سوال کیا گیا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو غصے کی حالت میں طلاق دیدی ہے اور یہ لفظ استعمال کیے ہیں: " انت حرۃ" اور انت طالق نہیں کہا، تو ایسی صورت میں ایک طلاق ہو گی یا تین؟ تو جواب میں اعلی حضرت فرماتے ہیں کہ ایسی صورت میں ایک طلاق واقع ہو گی، کیونکہ کنائی الفاظ میں دی گئی طلاق ایک طلاق بائن ہوتی ہے اور جب ایک طلاق بائن ہو جائے تو ایسی عورت کو دوسری طلاق نہیں دی جا سکتی، کیونکہ اب وہ اس کی بیوی ہی نہیں رہی، لہذا ایسی صورت میں ایک طلاق واقع ہو گی[76]۔

---

73 فتاوی رضویہ 1/365
74 نفس مصدر 7/208
75 نفس مصدر 9/183
76 فتاوی رضویہ 12/585

اسی طرح ان سے پوچھا گیا کہ ایک آدمی شراب نوشی کرتا ہے دوائی کے طور پر، تو اعلی حضرت نے فرمایا کہ دوائی کے طور پر جائز ہے البتہ ویسے حرام ہے، اور اس کی حرمت کی تعلیل یوں بیان کی کہ شراب نوشی کرنے والے کی انتڑیوں میں شراب نوشی کی وجہ سے ایسا سوراخ ہو جاتا ہے اور یہ ایسی مرض ہے جس سے بچنا محال ہو جاتا ہے[77] تو شراب اسی لئے حرام کی گئی ہے کہ اس میں کوئی شخص مبتلا ہی نہ ہو۔

ضرورت کا خیال رکھنا

انسانی زندگی مختلف مراحل سے گزرتی ہے جن میں خوشگوار لمحے بھی آتے ہیں اور ناخوشگوار بھی۔ عمومی طور پر شریعت کے احکام خشگوار حالات کے مطابق ہیں کیونکہ انسان عموما اچھے حالات میں ہی رہتا ہے، لیکن چونکہ انسانی زندگی میں ناخوشگوار لمحے بھی آتے ہیں تو شریعت نے ایسے حالات کے بھی احکامات دیے ہیں تاکہ انسانی زندگی کے مسائل کے تمام پہلوؤں کا احاطہ ہو سکے، اور ایسے احوال کو شریعت نے اضطراری صورتحال سے موسوم کیا ہے۔ اعلی حضرت بھی اپنے فتاوی میں سائلین کی ضروریات کا شریعت کی روشنی میں خیال کرتے ہیں اور جہاں کہیں شریعت نے اضطراری حالت میں مبتلا آدمی کو ریلیف دیا ہے مولانا احمد رضا خآن بھی ان احوال میں سائلین کے احوال کے مطابق فتوی صادر کرتے ہیں، چنانچہ جب ان سے شرعی رخصتوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں ایک رسالہ بعنوان "جلی النص فی اماکن الرخص"[78] تحریر کیا جس میں انہوں شرعی رخصتوں کو تفصیل سے بیان کیا اور اس بات کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کی کہ شریعت نے ہر حرام کو مباح نہیں کیا بلکہ اس کے لئے معیار مقرر کیا ہے جس کو انہوں نے تفصیل سے اس رسالہ میں بیان کیا ہے۔

اور اضطراری حالت، جس میں رخصتوں پر عمل کرنا درست ہے، سے مراد یہ ہے کہ "کہ ایسی صورحال جس میں مبتلا شخص حرام چیز کو استعمال نہ کرے تو وہ ہلاک ہو جائے"[79]۔ بلکہ مزید آسان فہم میں رخصتوں کو لینے کا قاعدہ یوں بیان کیا کہ ہر وہ چیز جس کی عدم حفاظت پر شرعی مقاصد میں سے کسی مقصد کا فوت ہونا لازم آئے تو ایسی صورتحال میں رخصت پر عمل کیا جا سکتا ہے[80]۔

اور رخصتوں کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے اعلی فرماتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی نہر کے کنارے نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی اور آدمی نہر کے اندر ڈوب رہا ہو تو ایسے نمازی پر اس ڈوبنے والے آدمی کو بچانا ضروری ہے، کیونکہ انسانی جان کو بچانا ضروری ہے۔ تو اصل میں نماز توڑنا درست نہیں لیکن اضطراری صورت میں نماز بھی توڑی جا

---

77 دیکھئے: نفس مصدر 25 / 77 - 78

78 نفس مصدر 21/201-205

79 نفس مصدر

80 فتاوی رضویہ 21/201-205

سکتی ہے، اسی طرح اگر کوئی نابینا آدمی کنویں کی طرف جارہاہو اور کنویں کے پاس کوئی آدمی نماز پڑھ رہاہو تو اس پر نماز توڑ کر اس نابینے آدمی کو بچانا ضروری ہوگا[81]۔ اسی طرح وہ آدمی جس کی مرض کی دواء میڈیکل ڈاکٹر نے نشہ آور چیز تجویز کی ہو اور اس کے علاوہاس کی دواء نہ ہو تو ایسے مریض کے لیے ضروری مقدار کے مطابق نشہ آور چیز استعمال کر سکتا ہے[82]۔

خلاصہ بحث

برصغیر میں جن علما اور فقہا نے فتاوی کے ذریعے لوگوں کی دینی رہنمائی کا بیڑہ اٹھایا ان میں سے اعلی حضرت مولانا احمد رضا خانؒ کا نام سر فہرست ہے، مولانا احمد رضا خانؒ بریلی مکتبہ فکر کے موسس کے طور پر جانے جاتے ہیں ، برصغیر میں ان کی فقہی خدمات ناقابل فراموش ہیں، خصوصا ان کی کتاب فتاوی رضویہ فقہ انسائکلوپیڈیا کی حیثیت رکھتی ہے جس میں فقہ کے تمام ابواب کو شامل کر دیا گیا ہے، اعلی حضرتؒ کے منہج فتوی سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک علما کے درمیان ایک فقیہ کی حیثیت سے جانے جاتے تھے، ان کے فتاوی میں شامل مصادر و مراجع، تحقیق کا پہلو، استدلال میں صفت کمال، کثرت سے حوالے دینا اور سوال سے متعلقہ جزئیات کا استحضار ان کی علمی وسعت، مطالعہ کی گہرائی، فقہ حنفی پر مکمل عبور کی دلیل ہے، فتاوی میں انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق فتوی دینے کا التزام کیا ہے اور قول امام ابو حنیفہؒ کو ہی انہوں نے اپنے فتوی کی بنیاد بنایا ہے، کیونکہ ایک تو وہ مذہبا حنفی ہیں اور دوسرا اس لیے کہ برصغیر میں جو پذیرائی فقہ حنفی کو ملی ہے وہ کسی دوسری فقہ کو نہیں مل سکی کیونکہ یہاں کے رہنے والے لوگوں کی اکثریت احناف کی ہے۔ حنفی مذہب کے مقررہ افتا کے اصولوں کی روشنی وہ مصادر شریعہ سے اخذ کرتے ہوئے مسئلہ کو واضح کرتے ہیں، اور جس جگہ سائل کے سوال سے متعلقہ جزئیات کا بیان کرنا ضروری ہو وہاں وہ ان جزئیات کا بھی احاطہ کر دیتے ہیں تاکہ سوال سے متعلقہ تمام پہلوؤں کے بارے میں رہنمائی مل سکے۔ اعلی حضرت کے منہج سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے برصغیر میں فقہ حنفی کی ترویج میں شاندار کردار ادا کیا ہے، ساتھ ساتھ یہ بات بھی ہے کہ ان میں ایک مفتی کی تمام صفات بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔

---

81 نفس مصدر 21/205 - 209

82 نفس مصدر 25/77-78

Bibliography

1. *Ābdūl Hākīm Ākhtār Shāh Jāhān Noorī, Moūlānā Āhmād Rāzā Khān k Rāsāīl,Lāhore:Māktābā Hāmīdīāy,1988.*
2. *Ābū Āl Hāsān Ālī Nādvī, Tākmīlāh Nūzhāt Āl Khāwātīr wā bāhjāt Āl Māsānīe wāl Nāwāzīr,Bāvrūt:Dār Ībn e Hāzm,1999.*
3. *Āhmād Rāzā Khān,Bāsātīn Ūl Ghūfrān,Kārāchī:Mājmā Būhūch Āl Īmām Āhmād Rāzā Khān1997.*
4. *Āmīn Āfāndī,Ālī Hāīdār Khāwājā, Dūrār Āl Hūkām fī Shārh Mājālāt Āl Āhkām,Dār Āl Jālīl,1991.*
5. *Būkhāvī, Mūhāmmād bīn Īsmāīl, Sāhīh Būkhārī, Dār Toq Nājāt , 1422ĀH.*
6. *Dr. Mūhāmmād Māsoūd Āhmād, Hāyāt e Īmām e Āhl e Sūnāt,Lāhore:Rīzā Ācādāmy, 1984.*
7. *Dr. Mūhāmmād Māsoūd Āhmād,Āl Sheīkh Āhmād Rāzā Khān,Lāhore: Māktābā Qūddūsīā, 1991.*
    a. *Dr.Noor Mūhāmmād Shākīr, Shāzrāt mīnāl Ādāb Āl Ārābī fī shībh Āl Qārāt Āl Hīndīā,Lāhore1428.*
8. *Ejāz Ānjām Lātīfī,Dr.Mūhāmmād Māsoūd Āhmād kī Ādbī āūr īlmī Khīdmāt,Kārāchī:Zīā Ūl Īslām,2002.*
9. *Ībn e Ābīdīn,Mūhāmmād Āmīn bīn Ūmār, Shārāh Āqūd Rāsm Ūl Mūftī,Kārāchī:Māktābāt Āl Būshrā,2009.*
10. *Ībn Nūjāīm , Zāīn ūl Dīn bīn Ībrāhīm, Āl Bāhr Ūl Rāīq,Bāīrūt:Dār Ūl Kūtāb Āl Īslāmī.*
11. *Jūrjānī,Ālī bīn Mūhāmmād , Āl Tārīfāt,Bāīrvt:Dār Ūl Kūtāb Āl Ārbī, 1405ĀH.*
    a. *Jūwāīnī, Ābū Āl Mālī,Īmām Ūl Hārmāīn, Āl Būhān fī Ūsūl Fīqh, Qātār: Tābāt Qātrīyāt,1399ĀH.*
12. *Māūlānā Mūhāmād Āsād Qādrī, Tālkhīs Fātāwā Rādhvīāh,Lāhore: Ākbār book sellers,2010.*
    a. *Moūlānā Yāsīn Mīsbāhī,Īmām Āhmād Rāzā Khān āūr Rād e Bīdāt wā Mūnkārāt, Mūltān: Mādnī Kūtāb Khānā.*
13. *Mūhāmmād Noor e Mūstāfā Mūhāmmādī, Zīkr e Rāzā,Lāhore: Rāzā ācādemy.*
14. *Mūhāmmād Rāzā Mūzāfār, Ūsūl Āl Fīqh,Māktābāt Āl Āzīzī, 2007.*
15. *Mūmtāz Āhmād Sādīdī,Āl Sheīkh Āhmād Rāzā Khān Brāīlvī, Hīndī Ārbī Shāīr,Lāhore:Mūāssīsā Tūl Shārf,2002.*
16. *Nādvī,Ālī Āhmād,Āl Qāwāīd Āl Fīqhīā,Dīmāshq:Dār Āl Qālām.*
17. *Sāyīd Mūshtāq Āhmād Shāh, Māūlānā Āhmād Rāzā Khān wā āthrohū fīl fiqh āl īslāmī, Mphīl Thesīs Āl Āzhār Ūnīversīty,1997.*

18. *Sāyīd Sābīr Hūsāīn Shāh Būkhārī,Īmām Āhmād Rāzā Khān āūr Fākhr e Sādāt Sāyīd Mūhāmmād,Lāhore: Rāzā ācādemy.*
19. *Shābān Mūhāmmād Īsmāīl, Ūsūl Āl Fīqh Āl Māīsīr,Dār Ībn Hādm,2008.*
20. *Shāībānī,Mūhāmmād bīn Hāssān, Āl Āsāl, Mārdān: Māktābāt Āl Āhrār,1433.*
21. *Sheīkh Kothār Nīāzī, Īmām Āhmād Rāzā Khān Brāīlvī,Lāhore:Rāzā Ācādemy, 1995.*
22. *Shokānī,Mūhāmmād bīn Ālī,Īrshād Āl fāhūl,Rīādh:Dār Āl Fādhīlāt,2000.*
23. *Thānāvī,Mūhāmmād Ālī,Kāshāf Īstīlāhāt Āl Fānūn wāl Ālūm,Bāīrvt:Lūbnān Nāshīrvn,1996.*
24. *Tīrmīdhī,Mūhāmmād Bīn Eīsā, Sūnān , Mīsār:Mātbā Āl Hālbī, 1975.*
25. *Ūsmānī,Mūhāmmād Tāqī,Ūsūl Āl Īftā wā Ādābūhū,Kārāchī: Mārīf Ūl Qūrān,2011.*
26. *Zāfār Ūl Dīn Bīhārī, Hāyāt e Ālā Hāzdhrāt,Lāhore: Mārkāzī Mājlīs Rāzā,1992.*